اصول حدیث کی بنیادی اصطلاحات

مفتی احمد نواز قادری عطاری

☆ حدیث کی اہمیت

○ تدوین حدیث

▪ طلبِ حدیث کی فضیلت

○ حدیث کی اقسام

▪ اصول حدیث کی مشہور کتب کا تعارف

• کتب حدیث کی اقسام

فون:03024154930

منجانب: الفرید آنلائن اکیڈمی (AL FAREED ONLINE ACADEMY)

دین میں حدیث کی ضرورت واہمیت:

کسی بھی شرعی مسئلہ پر چاہے وہ اعتقادی ہو یا عملی چار جگہوں سے دلائل دیئے جاتے ہیں: "کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع امت اور قیاس" کوئی بھی شرعی حکم ان میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہو سکتا بلکہ مقبول وہی ہو گا جس کی اصل مذکورہ اصول اربعہ ہوں، ان میں کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کو بنیادی حیثیت حاصل ہے پھر سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اس میں کوئی نئے مسائل بیان نہیں کئے جاتے بلکہ اس میں بھی قرآن کے احکام کی وضاحت کی جاتی ہے اور اس کے التزام وحجیت پر خود قرآن ہی ناطق ہے ذیل میں ہم چند قرآنی آیات مبارکہ اس کی فضیلت پر پیش کرتے ہیں جن سے ہمارا مدعیٰ مزید واضح ہو جائے گا چنانچہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

﴿ وما اٰتکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ﴾[1] ترجمہ: اور جو کچھ یہ رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ معزز و محترم قارئین کرام اب دیکھئے اس آیت مبارکہ میں خود خالق کائنات نے ہمیں حکم فرمایا کہ میرے حبیب کی ہر بات تم پر ماننا لازم ہے اور فرمایا مجھ سے ڈرو میرے رسول کی نافرمانی کرنے سے بلکہ ان کی پیروی و اطاعت کو اپنے لئے غنیمت جانوں، یہ آیت واضح طور پر حدیث کے حق وسچ نیز اس کی حجیت پہ بڑی دلیل ہے جس کا کوئی بھی ذی عقل انکار نہیں کر سکتا، دوسری آیت کریمہ دیکھئے:

---

(77) سورۃ الحشر، آیت:7

﴿وما ینطق عن الھویٰ — ان ھو الا وحی یوحیٰ﴾[2] ترجمہ: اور یہ رسول کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے یہ تو وہی کہتے ہیں جو انہیں وحی کی جاتی ہے۔اب دیکھئے اس آیت نے بات کو مزید پختہ کر دیا کہ رسول کی اتباع تمہارے لئے اس وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اپنی مرضی کی باتیں تم پر لازم نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ کے رسولوں کی یہ شان ہوتی ہے بلکہ وہ تو اپنے رب کے احکام کا ہی پرچار کرتے ہیں، اس آیت کے پیش نظر کوئی اب آپ ﷺ کی بعد حدیثوں کا استثناء بھی نہیں کر سکتا کیونکہ رسول کی بات ہوتی ہی وحی خدا ہے بس فرق یہ ہے کہ قرآن وحی متلو یعنی اس کی قراءت کی جاتی ہے جبکہ حدیث وحی غیر متلو ہے، مزید دیکھئے:

﴿یایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم﴾[3] ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

﴿وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ﴾[4] ترجمہ: ہم نے رسول اسی لئے بھیجے کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔

﴿قل اطیعوا اللہ و الرسول﴾[5] ترجمہ: تم فرمادو کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔اس طرح کی بے شمار آیات موجود ہیں جن کو قرآن مجید فرقان حمید کے اوراق مقدسہ میں دیکھا جاسکتا ہے ہم صرف اختصار کے پیش نظر ان کا ذکر نہیں کر رہے۔

---

(78) سورۃ النجم:3،4

(79) سورۂ محمد:33

(80) النساء:64

(81) اٰل عمران:32

حدیث کیوں ضروری ہے؟

کچھ لوگ صفحہ دھرتی پر ایسے بھی موجود ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کو سچ جاننے اور آپ کا کلمہ پڑھنے کے باوجود آپ ﷺ کے روشن فرامین کا اصلا انکار کرتے ہیں اگرچہ یہ حق سے بعید جہالت کے قریب افراد ہر دور میں رہے مختلف شکلوں میں مگر ہمارے دور میں ان کی کثرت ہوگئی ہے اور پھر ان کو مروجہ سرکاری نظام تعلیم اور مغربی ماحول کے داعیوں نے مزید ترقی وپزیرائی دی ہے جس کی بدولت ان کی تعداد میں آئے روز اضافہ ہوتا جارہاہے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگو ں کے شر اور فساد سے نجات عطاء فرمائے، آمین! اب ہم بیان کرتے ہیں ایسے افراد کے لئے کہ حدیث کیوں ضروری ہے کتاب اللہ میں ہر چیز کا بیان ہے ہم اس کا بلکل انکار نہیں کرتے مگر اس کے باوجود ہم حدیث رسول ﷺ کیوں محتاج ہیں اولا تو ہم آپ ﷺ کے فرامین پیش کرتے ہیں حدیث کے منکرین کے بارے پھر عقلی دلائل دیں گے۔

☆حدیث کی حجیت حدیث کی روشنی میں اور منکرین کے بارے وعید

قائین کرام اب سنئے حدیث مبارکہ کی روشنی میں ان لوگوں کے بارے وعید اس پہ کئی آثار مروی ہیں مگر ہم اختصار کرتے ہیں: أخبرنا الشافعي قال أخبرنا سفيان بن عيينة عن سالم أبي النضر عن عبيد الله بن أبي رافع عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال «لا ألفين أحدكم متكئا على أريكته يأتيه الأمر مما أمرت به أو نهيت عنه فيقول لا أدري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه»[6] ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ بیان

(82) امام شافعی، ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی، کتاب الام، ج:7، ص:303، دارالفکر–البیروت، الطبعۃ الثانیہ 1403ھ–ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، ج:1، ص:06، داراحیاء الکتب العربیہ

کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ اپنے صوفہ پہ تکیہ لگائے بیٹھا ہو اس حالت میں اس کے پاس ایسی چیز آئے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو اور وہ کہے میں نہیں جانتا ہم تو صرف کتاب اللہ کی اتباع کریں گے۔ یعنی میری حدیث اس کے سامنے بیان کی جائے اور وہ آگے سے اس کا رد کر دے یہ کہتے ہوئے کہ ہم صرف قرآن کے احکام کو مانیں گے اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں جانتے حکم واضح ہے مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔

عَنِ الْأَوْزَاعِيّ ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ ، قَالَ:" كَانَ جِبْرِيلُ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيّ صلى الله عليه وسلم بِالْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ تُفَسِّرُ الْقُرْآنَ"[7] ترجمہ: امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ حسان بن عطیہ سے نقل کرتے ہیں: جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آتے تھے قرآن مجید کی آیات اور ایسی سنت لے کر جو قرآن کی وضاحت کرتی۔

عَنِ الْحَسَنِ ، أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ ، كَانَ جَالِسًا وَمَعَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: لَا تُحَدِّثُونَا إِلَّا بِالْقُرْآنِ ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ: ادْنُهْ ، فَدَنَا ، فَقَالَ: " أَرَأَيْتَ لَوْ وُكِّلْتَ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ إِلَى الْقُرْآنِ أَكُنْتَ تَجِدُ فِيهِ صَلَاةَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَصَلَاةَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا وَالْمَغْرِبَ ثَلَاثًا ، تَقْرَأُ فِي اثْنَتَيْنِ ، أَرَأَيْتَ لَوْ وُكِّلْتَ أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ إِلَى الْقُرْآنِ أَكُنْتَ تَجِدُ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَالطَّوَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، ثُمَّ قَالَ:

---

(83) خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی، الکفایہ فی علم الروایہ، ص:9، دائرۃ المعارف العثمانیہ–حیدر آباد الدکن الطبعۃ الاولی

أَيْ قَوْمُ خُذُوا عَنَّا فَإِنَّكُمْ ، وَاللهِ إِلَّا تَفْعَلُوا لَتَضِلُّنَّ"[8] ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ عمران بن حصین بیان کرتے ہیں: کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے طلباء کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کسی نے کہا: آپ ہمیں صرف قرآن بیان کریں، آپ نے فرمایا: میرے قریب آؤ جب وہ قریب ہوا تو آپ نے اسے فرمایا: اگر تجھے اور ساتھیوں کو کہا جائے کہ قرآن سے ظہر کی چار رکعتیں نکال کے دکھاؤ اور ایسے ہی صفا و مروہ کا طواف سات مرتبہ قرآن سے ثابت کرو تو کیا ایسا کرلوگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے عقلی دلیل سے سمجھایا کہ تم دعوی یہ کرتے ہو ہم صرف قرآن کی بات قبول کریں گے اور تمہاری حالت یہ ہے کہ نماز ظہر کی چار رکعات بھی قرآن سے نکال کر دکھا نہیں سکتے آپ کا مطلب یہ تھا کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضروری ہے ہم اس کا انکار نہیں کرسکتے وگرنہ ہمیں بہت سے مسائل نہیں ملیں گے، حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کا سخت فتویٰ بھی دیکھ لیجئے:

عن اَبي قلابۃ قال: "إذا حدّثتَ الرجل بالسّنّۃ فقال: دَعْنا من ھذا وھاتِ کتابَ الله، فاعلم اَنّہ ضالٌّ"[9]

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب تو کسی کو حدیث بیان کرے اور وہ آگے سے کہے اس کو چھوڑو ہمیں قرآن بیان کرو تو جان لے ایسے لوگ گمراہ کرنے والے ہیں۔یعنی ایسوں سے دور رہنا کیونکہ یہ خود بھی گمراہ ہیں اور تمہیں بھی گمراہ کردیں گے، اب ہم اس بحث کو مزید امثلہ سے واضح کرتے ہیں:

مثلا احکام شرع میں سے نماز کو ہی لیجئے اس کا قرآن کریم میں کئی مرتبہ حکم دیا گیا ہے اس سے نماز کی فرضیت قطعی تو ثابت ہوگئی مگر اس کو ادا کیسے کیا جائے گا؟ کب اس کا وقت شروع ہوگا اور کب ختم؟ ہر نماز کی کتنی

---

(84) حوالہ مذکور، ص:10

(85) ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع الزھری، الطبقات الکبریٰ، ج:9، ص:183، مکتبۃ الخانجی–القاھرہ، الطبعۃ الاولیٰ

رکعات ہیں پھر ان میں فرض، سنن کی بحث الگ؟ اس کی ارکان و شرائط، فرائض و واجبات، سنن و مستحبات کیا ہیں؟ پھر کس پر واجب ہے اور کس پر نہیں؟ وغیرہ بے شمار ایسے مسائل ہیں جو ہمیں صرف حدیث میں ہی ملیں گے۔

زکوۃ کی بات کریں تو وہ بھی ایسے ہی ہے اس کی فرضیت و اہمیت تو قرآن مجید نے بیان فرمادی مگر اس کا طریقہ کیا ہے؟ نصاب کتنا ہو تو زکوہ لازم ہوگی وگرنہ نہیں؟ کس پر فرض ہے اور کس پر نہیں؟ ایسے ہی حج ہے اس کو بھی آپ نے کر کے دکھایا کہ ایسے کرنا ہے اور یہ یہ چیزیں اس میں لازم ہیں اور یہ نہیں اس طرح کی کئی امثلہ پیش کی جاسکتی ہیں المختصر ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی عملی تفسیر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے جس کے ذریعے ہمیں پتہ چلتا ہے یہ کام اس وقت کرنا ہے اور یہ اس وقت بجالانا ہے کس کے لئے اس میں رخصت نہیں اور کس کے لئے نہیں، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ المعروف ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ 310-395ھ) نے اپنی کتاب مستطاب "فضل الاخبار و شرح مذاھب اہل الآثار" میں حدیث کی فضیلت و اہمیت پر بہت سی آیات اور اس طرح کی امثلہ پیش کی ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کر دیا تفصیل کے لئے کتاب ھذا کا مطالعہ فرمائیں، آخر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نتیجہ یوں بیان کیا:

"فکَانَ صلی اللہ عَلَیۡہِ وعَلی آلہ وَ أَصۡحَابہ وأزواجہ وَسلم للمحکم مبلغا وللتأویل مُبینًا وللمجمل مُفَسرًا فلم یبْق من دین اللہ شَيۡء یخرج عَن جملَة کِتَابه وَلَا سنة نبیه صلی اللہ علیه وسلم"(10) ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محکم آیات

(86) ابن مندہ، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ العبدی، فضل الاخبار و شرح مذاھب اہل الآثار، ص:31، مطبوعہ: دار المسلم الریاض، الطبعۃ الاولیٰ 1414ھ

پہنچانے والے ہیں مؤول آیات کی تاویل اور مجمل کی تفسیر کرنے والے ہیں سو اس کے سبب کوئی بھی چیز کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے خارج نہیں۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان بلکل صداقت پہ مبنی ہے جسے اہل علم اچھی طرح جان سکتے ہیں کیونکہ حدیث رسول ﷺ ہی قرآن کریم کی بعض آیات کو خاص کرتی ہے بعض کو عام بعض کو منسوخ بعض کی تاویل اور کسی کی تفصیل کرتی ہے۔

چناچہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان بھی سن لیجئے: " ثمَّ جعَلَ إِلَى رَسُولِهِ صلى الله عليه وسلم بَيَانَ مَا كَانَ مِنْهُ مُجْمَلًا، وَتَفْسِيرَ مَا كَانَ مِنْهُ مُشْكِلًا، وَتَحْقِيقَ مَا كَانَ مِنْهُ مُحْتَمَلًا، لِيَكُونَ لَهُ مَعَ تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ ظُهُورُ الِاخْتِصَاصِ بِهِ، وَمَنْزِلَةِ التَّفْوِيضِ إليه "(11) ترجمہ: پھر اللہ جل جلالہ نے اپنے رسول ﷺ کو بنایا مجمل کو واضح کرنے والا، مشکل کی تفسیر کرنے والا اور محتمل کی تحقیق کرنے والا تاکہ یہ تبلیغ رسالت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا خاصہ ہو جائے اور آپ کو اس کا اختیار ہو جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے واضح الفاظ ذکر فرمائے ہیں حدیث کی حجیت پر اللہ تعالیٰ منکرین کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

حدیث کی تدوین کب اور کیسے ہوئی؟

منکرین حدیث ایک اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ حدیث کی تدوین ڈھائی سو سال بعد ہوئی اس لئے ذخیرہ احادیث معتبر نہیں ان لوگوں نے چشم حقیقت سے اوراق تاریخ کو سانچا، پرکھا، سمجھا اور دیکھا نہیں

---

(87) علامہ قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج:1، ص:2، دار الکتب المصریہ – القاہرہ، الطبعۃ الثانیۃ 1384ھ

بس مقصد ان کا فرامین مصطفیٰ ﷺ کا انکار ہے عصر حاضر میں جب ہر طرف نیچریت، دھریت، لبرلزم اور عقل کے پکے غلام دندناتے پھر رہے ہیں چمن کے سادہ اور نازکِ آشیانہ افراد کو اپنی باطل واندوہ نوا بہار کی طرف بلا رہے ہیں پھر ظلم پر ظلم یہ تخت شاہی پہ براجمان بے کسوں کے ترجمان انہیں بادہ خواروں کو اپنی عین محبت سے دیکھتے ہیں اور خوب ان کی پشت پناہی کرتے ہیں بجائے اس کے یہ اہل حقیقت کے اقوال، افعال اور اعمال کو چمن کے مکینوں میں فروغ دیں ان کے گہرے زخموں پہ لون مرچ جھڑکتے ہیں، دوسری طرف آلات جدیدہ کا بھی ان کی نماوافزائش میں مستند کردار ہے چند لمحات میں ان کی بھڑکائی آتش پورے بستاں کو زیر احاطہ کر لیتی ہے اس لئے نئی تعلیم یافتہ اکثر افراد پر اس کا اثر ورسوخ ہمیں دکھائی دیتا ہے اور وہ آئے روز دین پہ طرح طرح کی طعن و تشنیع کرتے ہیں جس کی بدولت ہمیں ہر طرف سے ذوات مقدسہ اور اکابر پر سب و شتم نم ناک مژگاں سے سننا پڑھتا ہے واضح رہے ان ساری مغالطہ آفرینیوں کا بڑا سبب عصر حاضر کی ناقص و مخلوط تعلیم ہے جسے ترتیب ہی اسی طریق پر دیا گیا ہے، اب ہم دلائل باہرہ، عظیمہ غالبہ، ظاہرہ سے ثابت کریں گے کہ حدیث رسول ﷺ کی تدوین کب اور کس عالی طریقہ سے ہوئی جس کی مثال ہمیں تاریخ عالم میں نہیں ملتی جس کے معترف اپنے تو کجا غیر بھی ہیں اور جس سے آنکھوں پہ پڑی غبار ہٹے گی، کانوں کے سارے پردے کھلیں گے، قلوب کی کھڑکیاں روشن ہونگی، عقلوں پہ تازگی آئے گی، دور نبوی ﷺ سے لے کر آخر تک ہم اسلاف کی کتب اور ان کے اقوال وافعال سے اپنے مدعیٰ کو بیان کرتے ہیں اولا زمانہ نبوت ﷺ میں دیکھئے کتابت حدیث:

تدوینِ حدیث دور نبوی ﷺ میں:

کتابت حدیث کا سلسلہ حضور ﷺ کے دور مبارک میں ہی ہو گیا تھا جو آگے مسلسل جاری رہا مختلف صورتوں میں حدیث کو لکھا جاتا رہا ابتداء چونکہ اتنے وسائل اور باقاعدہ کتاب لکھنے کا رواج نہیں اس لئے اسے کھجور کی چھالوں، ہڈیوں اور پتوں پہ لکھا جاتا رہا پھر انہیں مختلف صحیفوں میں جمع کیا جاتا رہا اور دور تابعین میں انہیں باقاعدہ کتابی شکل دی جانے لگی چناچہ عظیم صحابی رسول ﷺ محدث امت حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اپنا واقعہ سنیئے جو سنن ابی داود، مصنف ابن ابی شیبہ، دیلمی، الطبکات الکبریٰ، تاریخ دمشق کے علاوہ درجنوں ماخذ میں موجود ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو قال: «كنت أكتب كل شيء أسمعه من رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم وأريد حفظه، فنهتني قريش عن ذلک (قالوا): تكتب كل شيء تسمعه من رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم ورسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم يتكلم في (الرضى) والغضب، قال: فأمسكت فذكرت ذلک للنبي صلى اللہ عليه وسلم فأشار بيده إلى فيه فقال: "اكتب فوالذي نفسي بيده ما يخرج منه إلا حق» [12] ترجمہ: آپ فرماتے ہیں: میں جو بات بھی حضور ﷺ سے سنتا اسے لکھ لیتا اور میری نیت اسے یاد کرنے کی تھی قریش کے کچھ افراد نے مجھے روک دیا اور کہا تم ہر چیز لکھ لیتے ہو حالانکہ حضور ﷺ کبھی ناراضگی کی حالت میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی کی حالت میں فرماتے ہیں میں لکھنے سے رک گیا اور یہ معاملہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا آپ ﷺ نے اپنے چہرہ مبارک کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے فرمایا: لکھا کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری

---

(88) ابو بکر بن ابی شیبہ، ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی، مصنف ابن ابی شیبہ، ج:14، ص:454، دار کنوز اشبیلیا–الریاض، الطبعۃ الاولیٰ 1436ھ –امام ابو داؤد، ابو داؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق الازدی السجستانی، سنن ابی داؤد شریف، ج:3، ص:318، المکتبۃ العصریہ–بیروت

جان ہے میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ محترم قارئین یہ ڈھائی سو سال بعد کی تدوین کا ذکر نہیں ہو رہا بلکہ حضور ﷺ کے زمانہ مبارک کی بات ہو رہی ہے۔

اسی کی مزید تاکید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمان سے سنئے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں درج کیا : " يَقُولُ: مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ "(13) ترجمہ: حضور ﷺ کے صحابہ میں مجھ سے زیادہ کوئی بھی حدیثیں بیان کرنے والا نہیں سوائے عبد اللہ بن عمرو کے کیونکہ وہ احادیث لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا، یاد رہے آپ رضی اللہ عنہ کے فرمان کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حدیث بالکل نہیں لکھتے تھے بلکہ آپ نے بھی احادیث کو لکھا ہوا تھا جیسا کہ آگے ہم اس پہ گفتگو کریں گے یہاں مراد ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ باقاعدہ حضور ﷺ کے سامنے نہیں لکھا کرتے تھے حضرت عبد اللہ کی طرح بعد میں وقتاً فوقتاً تحریر کرتے تھے،۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ہی ایک اور واقعہ دیکھئے:"قَالَ كَانَ عِنْدَ رَسُولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَأَنَا مَعَهُمْ -وَأَنَا أَصْغَرُ الْقَوْمِ- فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: « مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ » فَلَمَّا خَرَجَ الْقَوْمُ، قُلْتُ: كَيْفَ تُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَدْ سَمِعْتُمْ مَا قَالَ، وَأَنْتُمْ تَنْهَمِكُونَ فِي الْحَدِيثِ عَنْ رَسُولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟. فَضَحِكُوا، فَقَالُوا: يَا ابْنَ أَخِينَا، إِنَّ كُلَّ مَا سَمِعْنَا مِنْهُ عِنْدَنَا فِي كِتَابٍ "(14) ترجمہ: فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے پاس آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ

---

(89) صحیح بخاری شریف، ج:1، ص:89، مکتبہ رحمانیہ رنگین نسخہ

(90) مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، ج : 2 ، ص : 427 ، دار المامون –التراث

بیٹھے ہوئے میں بھی ان کے ساتھ تھا اور میں عمر کے لحاظ سے ان میں چھوٹا تھا آپ ﷺ نے ہمیں یہ حدیث بیان کی: "جس نے میری طرف کوئی جھوٹی منسوب کی اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے" جب وہ لوگ باہر آئے میں نے ان سے کہا تم حضور ﷺ سے بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتے ہو حالانکہ تم نے اس پر ابھی وعید سنی ہے وہ ہنس پڑے اور مجھے کہا اے بھتیجے ہم جو بھی آپ ﷺ سے سنتے ہیں وہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔یعنی آپ رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کر رہے ہیں اس لئے صحابہ کرام کے احادیث بیان کرنے پر تعجب کیا،اس کے علاوہ بھی کئی صحابہ کرام نے حدیث لکھنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے انہیں منع نہیں کیا بلکہ اجازت عطاء فرمائی جیسے مجمع الزوائد کے اسی صفحہ پر ہے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کتابت حدیث کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: " لکھو کوئی حرج نہیں"،بخاری شریف کی کتاب العلم باب کتابۃ العلم میں ہے نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ دیا یمن کے ایک شخص ابوشاہ نے کہا: یا رسول اللہ اسے میرے لئے لکھوا دیجئے آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "اکتبوا لابی فلان" اس کو یہ خطبہ لکھ دو۔

تدوینِ حدیث دور صحابہ میں:

حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم حدیثیں لکھا کرتے تھے لیکن آپ ﷺ کے وصال کے بعد یہ سلسلہ مزید تیز ہو گیا چونکہ آپ ﷺ کی موجودگی میں انہیں جو بھی مسئلہ درپیش ہوتا اسے آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر پوچھ لیتے لیکن جب آپ ﷺ کے وصال مبارک کے ساتھ وحی کا سلسلہ ختم ہوا اور ضرورت محسوس ہوئی احکام شرع کو لکھنے کی اس لئے اس کام کی طرف بھی توجہ پہلے سے زیادہ ہو گئی صحابہ کرام پوری دنیا میں دین کی ترویج واشاعت کے لئے پھیل گئے علم

کے پیاسوں کو قرآن و حدیث سے سیر اب کرتے چناچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجل صحابہ میں سے ہیں اور دس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارے آپ تو حدیثیں لکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا بھی چکے تھے، حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں:

"قال: كان أنس إذا حدث فكثر عليه الناس في الحديث، جاء بمَجَالٍّ له، فألقاها إليهم ثم قال: هذه أحاديث سمعتها وكتبتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم عرضتها عليه"[15] ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ لوگوں کو حدیث بیان کیا کرتے تھے جب افراد زیادہ ہو جاتے تو آپ اپنی کتابوں میں سے ایک بڑا صحیفہ لا کر ان کے سامنے رکھ دیتے پھر فرماتے: یہ وہ حدیثیں ہیں جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھی ہیں اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا بھی چکا ہوں۔

عَنِ الْفَضْلِ بْنِ حَسَنِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: تَحَدَّثْتُ عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ بِحَدِيثٍ فَأَنْكَرَهُ، فَقُلْتُ: إِنِّي قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْكَ، قَالَ: «إِنْ كُنْتَ سَمِعْتَهُ مِنِّي، فَهُوَ مَكْتُوبٌ عِنْدِي» ، فَأَخَذَ بِيَدِي إِلَى بَيْتِهِ فَأَرَانَا كُتُبًا كَثِيرَةً مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، فَوَجَدَ ذَلِكَ الْحَدِيثَ فَقَالَ: " قَدْ أَخْبَرْتُكَ أَنِّي إِنْ كُنْتُ قَدْ حَدَّثْتُكَ بِهِ فَهُوَ مَكْتُوبٌ عِنْدِي"[16] ترجمہ: فضل بن حسن اپنے والد سے بیان کرتے ہیں: کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک حدیث بیان کی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس کا علم نہیں، انہوں نے عرض کی یہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے سنی ہے آپ نے فرمایا: اگر تو نے مجھ سے سنی ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی گی

---

(91) ابو بکر البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، ج:2، ص:842، دار الیسر –القاھرہ الطبعۃ الاولیٰ 1437ھ

(92) ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد البر الحنبلی، جامع بیان العلم وفضلہ، ج:1، ص:324، دار ابن الجوزی–السعودیہ، الطبعۃ الاولیٰ 1414ھ

، آپ رضی اللہ عنہ انہیں اپنے گھر لے گئے جہاں حدیث کے بہت سے صحیفے پڑے ہوئے تھے جب حدیث ان میں تلاش کی تو مل گئی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تجھے پہلے ہی کہا تھا اگر میں نے بیان کی ہے تو میرے پاس لکھی ہوئی ہو گی۔ اس کے علاوہ بے شمار صحابہ کرام کے واقعات ہمارے دامن میں موجود ہیں صرف اختصار کے پیش نظر ہم ان کا ذکر نہیں کر رہے۔

تدوین حدیث دور کبار تابعین میں:

جس طرح صحابہ کرام نے اپنے زمانہ میں حدیث کو ہر طرف پھیلایا اور اسے لکھا ان کے بعد ان کے شاگردوں نے بھی اس میں کمی نہ چھوڑی اور اسے دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا پھر یہ دور علم حدیث کے انتہائی عروج کا زمانہ ہے ہر شہر میں محدثین کی ایک بڑی تعداد موجود ہوتی جگہ جگہ سماع حدیث کی مجالس منعقد ہوتی تھیں علم الاسناد اور علم الرجال کی یہیں سے ابتدا ہوئی حدیث کو باقاعدہ سند کے ساتھ بیان کیا جاتا اور راویوں کی جانچ پڑتال کے بعد حدیث کو قبول کیا جاتا تھا، اسی دور میں محدثین نے ادا و تحمل کے سخت اصول وضع کئے جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی، یہاں ہم ان چند تابعین کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے اجل صحابہ سے حدیثیں سن کر لکھی ہوئی تھیں عصر قریب کے عظیم محقق علامہ غلام رسول سعیدی قدس سرہ نے تذکرۃ المحدثین کے مقدمہ میں درج ذیل اسماء بیان کئے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (5374) احادیث مروی ہیں انہیں آپ کے شاگرد بشیر بن نہیک نے لکھ کر محفوظ کیا ہوا تھا، حضرت عبد اللہ بن عباس سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (1660) حدیثیں مروی ہیں انہیں آپ کے شاگرد کریب نے لکھ کر محفوظ کیا ہوا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ

سے دو ہزار دو سو چھیاسی (2286) مرویات ہیں انہیں آپ کے شاگرد ابان نے لکھ کر یاد کیا ہوا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے دو ہزار دو سو دس (2210) حدیثیں مروی ہیں انہیں آپ کے شاگرد عروہ بن زبیر نے لکھ کر یاد کیا ہوا تھا، حضرت عبد اللہ بن عمر سے ایک ہزار چھے سو تیس (1630) روایات ہیں انہیں آپ کے شاگرد خاص حضرت نافع نے لکھ کر محفوظ کیا ہوا تھا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس (1540) احادیث مروی ہیں انہیں آپ کے شاگرد قتادہ بن دعامہ سروسی نے لکھ کر محفوظ کیا ہوا تھا۔[17] قائین یہ تو صرف امثلہ ہیں جو ہم نے بطور نمونہ پیش کی ہیں اس کے علاوہ بھی ہزاروں واقعات ہیں جو تشنگان علم اور شائقین حقیقت کو اوراق تاریخ اور اسلاف کی مبساطات، مطولات، مختصرات اور منظومات میں ورق گردانی سے مل جائیں گے۔

کتابت حدیث تو کجا مطلقا تقیید علم کے بارے اجل صحابہ کرام کے بڑے سخت فتوے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کسی نے کہا مجھے کوئی نصیحت کریں آپ نے اس میں یہ بھی ذکر کیا "کہ تجھ پر لازم ہے اہل علم سے علم کو لکھنا" خطیب بغدادی نے آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی نقل کیا ہے: "کنا لا نعد علم من لم یکتب علمہ علما" یعنی ہم اس شخص کے علم کو علم ہی نہیں شمار کرتے تھے جس نے اسے لکھا نہ ہوتا۔[18] ایسی ہی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان "جامع لعلوم الامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ" میں موجود ہے آپ نے فرمایا: "قیدوا العلم بالکتابۃ" علم کو لکھ کر قید کر لو، حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی سنئے آپ نے حدیث کو نہ لکھنے پر انتہائی افسوس کا اظہار کیا: " لَأَنْ أَكُونَ كَتَبْتُ كُلَّ مَا كُنْتُ أَسْمَعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ

(93) علامہ غلام رسول سعیدی، تذکرۃ المحدثین، ص:31،32 ملخصا، مکتبہ ضیاء القرآن –لاہور

(94) تقیید العلم، للخطیب البغدادی، ص:96، احیاء السنۃ النبویہ –بیروت

یَکُونَ لِي مِثْلُ مَالِي"[19] کاش میں لکھتا رہتا ہر اس بات کو جو سنتا تھا تو یہ میرے لئے ڈھیروں مال سے بہتر ہوتا ۔ ان کے علاوہ کوئی مزید دلائل کا متلاشی ہے اس چاہئے کہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مستجاب "تقیید العلم" کا مطالعہ کرے یہ کتاب آپ نے مستقل اسی موضوع پر لکھی ہے ہزاروں واقعات اس میں مل جائیں گے اس کے علاوہ جتنی بھی حدیث کے حوالہ سے کتب ہیں ان کی کتاب العلم باب کتابۃ العلم میں اس موضوع پر وافر مقدار میں مواد مل سکتا ہے، ہاں کوئی حقیقت کا متلاشی تو ہو بحمد اللہ ہم اس کے لئے پورا جہان دلائل کا سجا دیں گے پر شکوہ ہے اہل زمانہ سے نہ حقیقت کے طالب نہ ہی اس پہ قادر ہر وقت شیوہ ان کا اکابر پر طعن و تشنیع اور حقائق کا انکار بس اندھا دھند تقلید کرتے ہیں علم کی چاشنی سے خالی، علماء کے لئے باعث عار صرف نام کے علماء کی، ہم نے بالترتیب دور صحابہ سے لے کر کبار تابعین کے زمانہ تک حقائق کو بیان کر دیا اب جس کا جی چاہے روشنی حاصل کر لے۔

علم الاسناد اور حاملین حدیث کی فضیلت:

دور صحابہ رضی اللہ عنھم میں لوگوں کو احادیث صحابہ کرام ہی بیان کرتے تھے اس لئے وہ جو بھی بیان کرتے اسے بلا چون چراں سر خم تسلیم کر لیا جاتا اور کوئی بھی اس کا انکار نہ کرتا لیکن جیسے ہی وقت آگے بڑھا اور یہ معزز ہستیاں دار فانی سے دار بقاء کی طرف تشریف لے گئیں پھر صفحہ دھرتی پے کچھ ایسے لوگ بھی آئے جنہوں نے اپنے اقوال و افعال کو حدیث کا نام دیا جو جی میں آتا اسے حدیث بنا کر پیش کر دیتے اور اپنے آپ کو محدث کہنا شروع کر دیا اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کچھ اصول وضوابط بنانے کی جن کی روشنی میں حدیث کو قبول کیا جائے محدثین نے اس کے لئے مضبوط اصول بنائے اور جسے وہ ثقہ کہتے

---

(95) جامع بیان العلم وفضلہ، لابن عبد البر، ج:1، ص:322

اسی کو حدیث کو قبول کیا جاتا لہذا اب جو بھی حدیث بیان کرتا اس سے حدیث کے راویوں کے بارے پوچھا جاتا اور اس کی اصل علماء نے درج ذیل آیت مبارکہ اور حدیث کو قرار دیا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ، آیت:6﴾ ترجمہ: اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تم اس کے بارے خوب تحقیق کرلو کہیں ایسانہ ہو کہ تم کسی کو قوم کو تکلیف پہنچادو انجانے میں پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہو۔

عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا رضي الله عنه يَخْطُبُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: « لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ »[20] ترجمہ: حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطبہ کے دوران یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے: تم میری طرف جھوٹی بات منسوب نہ کرو کیونکہ جس نے ایسا کیا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ تقریبا اسی مضمون کی بے شمار احادیث ہیں جنہیں امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں لے کر آئے اور یہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اس طرح کے آثار سے استدلال کرتے ہوئے اجل علماء نے فرمایا کہ حدیث صرف ثقہ اور عادل راوی کی معتبر ہوگی فاسق کی خبر کا اعتبار نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جھوٹے محدثین کے بارے پہلے ہی خبر دے دی تھی جسے درجنوں مصنفین نے اپنی کتب میں درج کیا اسی مقدمہ میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو تمہیں وہ حدیثیں بیان کریں گے جو نہ تم نے اور نا ہی تمہارے آباء نے سنی ہونگی پس تم ان سے بچنا"

علم الاسناد کی تعریف اور اہمیت:

---

(96) صحیح مسلم، ج:1، ص:36، مکتبہ رحمانیہ رنگین نسخہ

ویسے تو علم الحدیث کی کئی اقسام وانواع ہیں لیکن ابتدائی طور پر اسے دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے " متن" اور " سند" متن تو حدیث کے الفاظ اور اس کی عبارت کو کہتے ہیں جو حضور ﷺ نے اپنے دھن مبارک سے ارشاد فرمائے، سند یا اسناد سے مراد ہے وہ راستہ اور راویوں کی لڑی جن سے ہوتی ہوئی حدیث ہم تک پہنچی، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے " نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر "میں علم الاسناد کی یہ تعریف بیان کی ہے:

والإسنادُ: "حکایۃُ طریق المتن"[21] یعنی متن کے راستے کو بیان کرنا ۔ آسان لفظوں میں اس سے مراد وہ راوی ہیں جو ہمارے اور حضور ﷺ کے درمیان حدیث پہنچنے کا واسطہ ہیں، ان کے بارے جاننا کہ ایک سند میں کتنے راوی ہیں اور پھر ان کی ثقاہت کے اعتبار سے حدیث پر حکم لگتا ہے لیکن یاد رہے صحابہ کرام کی ثقاہت وعدالت کے بارے بحث نہیں کی جاتی کیونکہ وہ سارے عادل ہیں جیسا کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "زاد المسیر فی علم التفسیر" میں علامہ قرطبی سے نقل کیا ہے: "الصحابۃ کلھم عدول، أولیاء اللہ تعالی وأصفیاؤہ، وخیرتہ من خلقہ بعد أنبیائہ ورسلہ، وھذا مذھب أھل السنۃ، والذي علیہ الجماعۃ من أئمۃ ھذہ الأمۃ"[22] صحابہ سارے عادل، اللہ کے ولی، اس کے چنے ہوئے اور اس کی تمام مخلوق میں انبیاء و رسل کے بعد افضل ہیں یہی اہل سنت کا مذھب ہے اور اسی پر ائمہ محققین ہیں۔ اس کے علاوہ بھی تمام علمائے اہل سنت نے اپنی کتب میں ان کے عادل ہونے کی تصریح کی ہے، ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کرتے ہیں اور ان کے آپس میں

---

(97) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی، نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، ص:41، مطبعۃ الصباح–دمشق

(98) ابن جوزی، جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، ج:4، ص:140، دار الکتب العربی–بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1422ھ

ہونے والے مشاجرات میں نہیں پڑھتے، بلکہ بحث تابعی سے شروع ہوتی ہے کہ اس دور میں ہر طرح کے افراد پائے جاتے تھے چناچہ امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں:

"ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم"[23] یہ علم دین ہے پس تم غور کرو کس سے اپنا دین طلب کر رہے ہو۔ ایسے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لَمْ یَکُونُوا یَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ، فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا: سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ، وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ" محدثین شروع میں اسناد کے بارے سوال نہیں کرتے تھے لیکن جب فتنے رونما ہوئے تو وہ کہتے اپنی حدیث کے راوی بیان کرو اگر راوی اہل سنت ہوتے تو حدیث قبول کرلی جاتی اور اگر اہل بدعت ہوتے تو ان کی حدیث رد کر دی جاتی۔

حاملین وطالبین حدیث کی فضیلت:

حاملین حدیث سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدیث کو آگے بیان کرنے والے ہیں یعنی اولا خود اپنے سینے میں حدیث کو انہوں نے محفوظ کیا اور پھر ساری زندگی لوگوں کو سناتے رہے، طالبین حدیث سے مراد حدیث کو تلاش کرنے والے ہیں یعنی حدیث کی طلب میں انہوں نے اپنا گھر بار ترک کیا اپنے اہل و عیال کو چھوڑا اور فرامین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش و طلب میں نکل پڑے، آسان لفظوں میں ان دونوں گروہوں کو راوی و مروی عنہ، شیخ و شاگرد بھی کہا جاتا ہے، چونکہ یہ کام انتہائی مشکل ہے کہ شہر شہر قریہ قریہ جاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین جمع کرنا اور پھر انہیں پوری ذمہ داری کے ساتھ آگے بیان کرنا، تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل جیسی شخصیت فن حدیث میں جن کے پائے کا ہمیں کوئی محدث نظر نہیں آتا پورے

---

(99) مسلم شریف،ج:1،ص:41

بلاد اسلامیہ کا سفر کر کے انتہائی محنت و مشقت کے ساتھ علم حاصل کرتے ہیں اور بڑے بڑے اہل بدعت جن کے زور علم سے خائف تھے مگر ایک وقت آیا کہ انہیں حدیث پڑھانے سے روک دیا جاتا ہے طالبین حقیقت بھکاری بن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے در دولت پہ طلب حدیث کے لئے حاضر ہوتے تھے ایسی ہی کوئی مدینہ شریف کا اتنا لمبا سفر کر کے صرف ایک حدیث کے لئے جناب ابو درداء کے دمشق آتا ہے ، ان ساری مشکلات و مصائب کو نگاہ نبوت نے پہلے ہی جان لیا تھا اس لئے آپ ﷺ نے پہلے ہی اپنے فرامین کے زریعے ان کی حوصلہ افزائی فرمادی تھی چناچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: « اللَّهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِي - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ: وَمَنْ خُلَفَاؤُكَ؟ قَالَ: الَّذِينَ يَأْتُونَ مِنْ بَعْدِي وَيَرْوُونَ أَحَادِيثِي وَسُنَّتِي وَيُعَلِّمُونَهَا النَّاسَ »[24] ترجمہ: آپ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ میرے خلفاء پر رحم فرما، کہا گیا یارسول اللہ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ فرمایا: وہ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثیں اور سنت کو روایت کریں گے اور پھر آگے لوگوں کو سکھائیں گے۔ ایسے ہی خطیب بغدادی نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ: « أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى آيَةِ الْخُلَفَاءِ مِنِّي وَمِنْ أَصْحَابِي وَمِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي؟ هُمْ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَالْأَحَادِيثِ عَنِّي وَعَنْهُمْ فِي اللهِ وَلِلهِ عزوجل »[25] ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ان خلفاء کی نشانی نہ بتاؤں جو میرے اور میرے اصحاب اور

---

(100) امام جلال الدین سیوطی، ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد السیوطی، جمع الجوامع، ج:18، ص:233، الازھر الشریف — القاھرہ، الطبعۃ الثانیہ 1426ھ - ملا علی قاری، نورالدین وکیل احناف، ابوالحسن علی بن سلطان الملا القاری الحنفی، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج:1 ص:11، دارالفکر — بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1422ھ

(101) شرف اصحاب الحدیث، خطیب بغدادی، ص:31، داراحیاء السنۃ النبویہ — انقرۃ

مجھ سے قبل انبیاء کے طریقہ پر ہونگے وہ قرآن وحدیث کو مجھ سے اور ان سے روایت کریں گے صرف اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کی محبت اور رضا کے لئے۔ یعنی وہ یہ سارے کام صرف اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے کریں گے اور اس پر دنیا میں کسی سے اجر نہیں طلب کریں گے، دیکھئے قارئین کتنی بڑی فضیلت ہے ان لوگوں کی کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے انہیں اپنا خلیفہ یعنی علم میں اپنا نائب وجانشین مقرر فرمایا اور پھر ان کے ایمان کی درستگی وصحت کی گواہی بھی دی کہ وہ میرے طریقہ پر ہوں گے ایک اور مقام پر فرمایا:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْخَيْفِ مِنْ مِنًى فَقَالَ: « نَضَّرَ اللَّهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا: فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرِ فَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ. ثَلَاثٌ لَا يُغَلُّ عَلَيْهِمْ قَلْبُ مُؤْمِنٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ وَالنَّصِيحَةُ لِوُلَاةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ؛ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِ »[26] ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وادی منی کی خیف نامی جگہ پر کھڑے ہو کر فرمارہے تھے: اللہ تعالیٰ اس شخص کو ترو تازہ رکھے جس نے میری باتوں کو سنا اور آگے ویسے ہی پہنچایا جس طرح مجھ سے سنا، کبھی کبھی بیان کرنے والے سے آگے سننے والے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں، تین اعمال میں انسان کے ساتھ خیانت نہیں کی جائے گی: اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کے لئے مخلص ہو کر عمل کرنا، اپنے امراء کو نصیحت کرنا، مسلمانوں کی بڑی جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ اپنے ارد گرد والوں کو نیکی کی دعوت دینا ان پر ضروری ہے۔ یعنی اس نے میری احادیث کو یاد کیا اور پھر بغیر ان میں اپنی طرف سے کمی بیشی کئے آگے لوگوں پہنچایا تو اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ اسے ہمیشہ خوش رکھے یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جملہ دعائیہ ارشاد فرمایا حافظین حدیث کے لئے، آگے فرمایا

---

(102) امام ابو یوسف، قاضی القضاۃ ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم بن حبیب بن سعد حتبۃ الانصاری، کتاب الخراج، ص:20، المکتبۃ الازھریہ۔التراث

کہ کبھی کبھی بات پہنچانے والا اتنی سمجھ بوجھ نہیں رکھتا لیکن آگے سننے والا بہت بڑا فقیہ ہوتا ہے، قارئین ہم انہیں نصوص پر اقتصار کرتے ہیں مزید تفصیل کے لئے خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "شرف اصحاب الحدیث" کا مطالعہ کریں اور راوی و مروی عنہ کے اوصاف کی معرفت کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہی کتاب "الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع" اور علامہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب " الاملاء و الاستملاء" کا مطالعہ فرمائیں۔

حدیث اور اصول حدیث کی چند مشہور کتب کا تعارف:

یاد رہے حدیث اور اصول دونوں جدا جدا علم ہیں، اگرچہ ابتدائی دور میں صرف اسے حدیث سے ہی جانا جاتا تھا لیکن بعد میں محدثین نے جب اس کے باقاعدہ اصول مرتب کئے تو یہ ایک الگ علم بن گیا اس پر انہوں نے باقاعدہ کتابیں لکھیں اور حدیث پر الگ لکھی جاتی رہیں، اولا ہم علم حدیث کی چند ابتدائی کتب کا تعارف پیش کریں گے پھر اصول حدیث پر لکھی جانے والی کتب کے بارے بحث کریں گے۔فنقول

حدیث کی ابتدائی کتب کا تعارف:

درج ذیل کتب علم حدیث میں سب سے پہلے باقاعدہ کتابی شکل میں لکھی گئیں اور اب تحقیق و تزیین کے ساتھ مختلف اسلامی مکاتب سے چھپ بھی چکی ہیں۔

(1)موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

اگرچہ اس سے پہلے بھی کچھ مسانید لکھی گئیں لیکن یہ علم حدیث میں پہلی اور ابتدائی کتاب ہے جسے کئی سالوں کی محنت کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ایک عرصہ اس کو لکھنے پہ صرف ہوا ایک مدۃ تک آپ رحمۃ اللہ علیہ

اس کی کانٹ چھانٹ کرتے رہے اور ایک وقت تک آپ رحمۃ اللہ علیہ سوچتے رہے کہ اس کو عوام میں لایا جائے یا نہیں یوں ایک طویل زمانہ اس کتاب مبارک کی تحریر و تسوید پر گزرا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ صوفیانہ طبعیت رکھتے تھے اس لئے کتاب اللہ کے ہوتے اپنی کتاب کو لانا آپ اچھا خیال نہیں کرتے تھے جس طرح حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ معروف ہے آپ نے کتاب لکھنے کے بعد اسے دجلہ کی لہروں کے سپرد کر دیا، اس کتاب کو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے بیشمار آپ کے شاگرد ہیں جن میں سے بعض کا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "بستان المحدثین" میں ذکر فرمایا ہے جیسے یحییٰ بن یحییٰ مصمودی، عبد اللہ بن وہب، قعنبی، ابن قاسم، معن بن عیسیٰ، عبد اللہ بن یوسف تینسی، یحییٰ بن بکیر، سعید بن عفیر، ابو مصعب زھری، یحییٰ بن یحییٰ تمیمی، امام محمد بن حسن الشیبانی وغیرہ، جب سے یہ کتاب لکھی آج تک اسے نگاہ محبت سے دیکھا جاتا ہے ہزاروں علماء ہر دور میں اس کی درس و تدریس کرتے رہے آج تک کئی جامعات میں بطور نصاب داخل ہے۔

(2)مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

یہ حدیث کا وہ خوبصورت مجموعہ ہے جسے سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے کئی شاگردوں نے نقل کیا ہے مثلاً امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن الشیبانی، امام حسن بن زیاد اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے سیدنا امام حماد رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح بھی لکھی ہے " مسند الانام فی شرح الامام" کے نام سے کئی بار چھپ چکی ہے اور جامعات کے نصاب میں داخل بھی ہے۔

(3)کتاب الآثار امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ ان عالی شان ہستیوں میں سے ہیں جو فقہ کے ساتھ ساتھ علم حدیث کے بھی امام تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مرویات کو آپ کے بیٹے یوسف نے "کتاب الآثار" کے نام سے نقل کیا ہے اس میں زیادہ تر امام اعظم کی روایات ہیں۔

(4)موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ میں درجنوں کتب کے ساتھ ساتھ حدیث میں بھی کتابیں لکھیں جن میں کتاب الآثار اور موطا امام محمد بڑی مشہور ہیں لیکن موطا میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف امام مالک کی مرویات جمع نہیں کیں بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت احادیث نقل کیں ہیں اپنے دیگر شیوخ سے اور پھر منفرد بات یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں احناف کے دلائل بھی ذکر کئے ہیں، یہ بھی بعض جامعات میں سبقا پڑھائی جاتی ہے۔

(5)مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

ذخیرہ حدیث میں یہ سب سے بڑی ضخیم کتاب ہے ہزاروں احادیث اس میں موجود ہیں امام احمد جو فن حدیث کے بہت بڑے امام گزرے ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں ہر صحابی کی مرویات کو الگ بیان کیا ہے لاکھوں علماء ہر دور میں اس سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ان کے علاوہ یہ کتب بھی حدیث کی ابتدائی کتب میں شمار ہوتی ہیں: مسند امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ، مصنف عبد الرزاق، مسند ابی داؤد طیالسی، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ۔

اصول حدیث میں لکھی جانے والی ابتدائی کتابیں:

اگرچہ اصول حدیث میں تیسری صدی کے آخر میں کتابیں لکھی جانا شروع ہو گئیں تھیں جیسے امام ابوداؤد اور امام احمد کے رسائل وغیرہ لیکن باقاعدہ تصنیف چوتھی صدی کے آغاز میں شروع ہوئی اور پھر یہ سلسلہ آگے بڑھتارہااور آج تک جاری ہے درجنوں کتب اصول حدیث پہ لکھی جاچکی ہیں درج ذیل کتب اولین میں شمار ہوتی ہیں:

ابو محمد حسن بن عبد الرحمن بن خلاد رامھرمزی (المتوفیٰ360ھ) آپ رحمۃ اللہ علیہ وہ پہلے محدث ہیں جنہیں اصول حدیث میں باقاعدہ طور پر پہلی کتاب " المحدث الفاصل بین الراوی و الواعی " کے نام سے لکھنے کا شرف حاصل ہے اس بات کی تصریح ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر" میں فرمائی ہے، یہ ایک بنیادی اور انتہائی جامع کتاب ہے اصول حدیث میں جس میں اس علم کے تقریبا تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے ، ہر دور میں ہزاروں لائبریریوں کی زینت رہی ہے اور اب دیگر کئی اسلامی مکاتب کے ساتھ ساتھ دارالفکر - بیروت سے بھی چھپ چکی ہے اس فن کے ابتدائی طلباء کے لئے اس کا مطالعہ بہت اہمیت کا حامل ہے ۔ اس کے بعد امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں مزید وسعت کی اور اس فن کا استیعاب کیا " علوم الحدیث " کے نام سے لیکن چونکہ یہ ایک ضخیم کتاب بن گئی اس لئے صحیح کانٹ چھانٹ اور ترتیب نہ ہو سکی۔ اس کے بعد امام ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ جو چوتھی صدی کے مجدد بھی ہیں آپ نے " مستخرج " کے نام سے کتاب مذکور کی ترتیب لگائی اور کانٹ چھانٹ کی ۔ پھر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا دور آیا انہوں نے تقریبا علم حدیث کی ہر نوع میں مستقل کتاب لکھی جیسے روایۃ کے قوانین میں " الکفایۃ فی علم الروایہ " اور روایت کے آداب میں " الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع " اور کتابت حدیث میں "تقیید العلم " کے نام سے کتاب لکھی۔ان کے علاوہ یہ کتب بھی اصول حدیث میں مشہور ہیں:"الالماع الی معرفۃ اصول الروایۃ و تقیید السماع

" قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی، "ادب الاملاء و استملا" علامہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کی، "فضل الاخبار و شرح مذاھب اہل الآثار" ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ کی، "ناسخ الحدیث و منوسخہ" ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ کی، "مقدمہ ابن صلاح" امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ کی آفاق میں مشہور و متداول ہیں۔

حدیث کی اقسام

حدیث، خبر اور اثر کا لغوی و اصطلاحی معنی:

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر تینوں پر مختلف اوقات میں حدیث، خبر اور اثر کا اطلاق کیا جاتا ہے اس لئے ہم تینوں کی لغوی و اصطلاحی وضاحت کرتے ہیں۔

خبر کا لغوی و اصلاحی معنی:

علامہ ابن منظور افریقی رحمۃ اللہ علیہ لسان العرب میں خبر کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وخَبُرتُ بالأمر أي عَلِمْتُهُ والخبر، بالتحريك: واحد الأخبار. والجمع أخبار، وأخابير جمع الجمع"[27]

ترجمہ: خبر کا معنی ہے کسی چیز کو جاننا اور خبر "ب" کی حرکت کے ساتھ اخبار کی واحد ہے اور اخابیر اس کی جمع منتہیٰ الجموع ہے۔یعنی خَبَر "خا" اور "با" کی زبر کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے کسی چیز کے بارے جاننا، تجربہ کرنا ، حقیقت حال سے اگاہ ہونا، جانچنا وغیرہ اور اگر "با" کے سکون کے ساتھ ہو تو اس کا معنی آتا ہے: بڑا توشہ

---

(103) ابن منظور افریقی، ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن علی الانصاری الرویفعی الافریقی، لسان العرب، ج:4، ص:227 ملخصا، دار صادر – بیروت، الطبعۃ الثالثۃ 1414ھ

دان، کھیتی، پانی جمع ہونے کی جگہ وغیرہ، اگر "خا" کی زیر کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہو گا: آزمانا، باطنی امور کو جاننا، بٹائی پر کھیتی کرنا وغیرہ، اگر "خا" پر پیش کے ساتھ ہو تو اس کا معنی کریں گے: وہ علم جو جاننے سے حاصل ہوا ہے، جس طرح "التوقیف علی مهمات التعاریف" میں ہے:

" الخبر: بالتحریک، الحدیث المنقول، وبالضم کون العلم بالأشیاء من جهة الخبر. والخبرة بالکسر المعرفة ببواطن الأمور "(28)

سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے "التعریفات" میں خبر کا اصطلاحی معنی یوں بیان کیا ہے: "الخبر: هو الکلام المحتمل للصدق والکذب "(29) ترجمہ: خبر وہ کلام ہے جو صدق و کذب کا احتمال رکھے۔ یہ مطلقا عام خبر کی تعریف ہے حدیث کی نہیں کیونکہ حدیث تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کا نام ہے چونکہ خبر کا مجازا اطلاق حدیث پر کیا جاتا ہے اس لئے جب خبر سے مراد فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو تو یہ حدیث کے معنی میں ہو گی چنانچہ "الحدود الانیقة والتعریفات الدقیقة" میں ہے:

" وَالْخَبَر عِنْد عُلَمَاء الحَدِیث مرادف لالحَدِیث وَقیل الحَدِیث مَا جَاءَ عَن النَّبِي صلی الله علیه وسلم وَالْخَبَر مَا جَاءَ عَن غَیره وَقیل الْخَبَر أَعم من الحَدِیث مُطلقًا "(30) ترجمہ: خبر اہل حدیث کے نزدیک حدیث کے مترادف ہے اور

---

(104) عبد الرؤوف مناوی، زین الدین محمد عبد الرؤوف بن تاج العارفین الحدادی المناوی، التوقیف علی مهمات التعاریف، ص:152 ملخصا، عالم الکتب-القاهره، الطبعة الاولیٰ 1410ھ

(105) سید شریف جرجانی، علی بن محمد بن علی الزین الشریف الجرجانی، التعریفات، ص:96، دار الکتب العلمیه-بیروت، الطبعة الاولیٰ 1403ھ

(106) زکریا الانصاری، ابو یحییٰ زین الدین زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا الانصاری، الحدود الدقیقة والتعریفات الانیقة، ص:85، دار الفکر-بیروت، الطبعة الاولیٰ 1411ھ

کہا گیاہے حدیث وہ ہے جو حضور ﷺ کا فرمان ہو اور خبر وہ ہے جو آپ ﷺ کے غیر کا قول ہو اور یہ بھی کہا گیاہے کہ خبر حدیث سے مطلقاعام ہے۔

حدیث کالغوی واصطلاحی معنی:

مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے "القاموس المحیط" میں حدیث کا یہ معنی بیان کیاہے: "حَدَثَ حُدوثاً وحَداثةً: نَقيضُ قَدُمَ "[31] یعنی حدیث قدیم کی نقیض ہے۔کیونکہ حدیث نئی چیز کو کہتے ہیں اور قدیم پرانی چیز کو کہتے ہیں جس طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے فرمایا: کہ میں کعبۃ اللہ کو اس پرانی صورت پر لٹادیتا جس طرح حضرت ابراھیم علیہ السلام کے دور میں تھا مگر تیری قوم "حدیث عہد" یعنی نئی نئی مسلمان ہوئی ہے۔۔۔

حدیث کا اصطلاحی معنی "المعجم الوسیط" میں یوں بیان کیاگیاہے: "الحدیث: كل مايتحدث به من كلام وخبر ويقال (الحديث ذو شجون) يتذكر به غيره وكلام رسول الله صلى الله عليه وسلم و(في اصطلاح المحدثين) قول أو فعل أو تقرير نسب إلى النبي صلى الله عليه وسلم و(علم الحديث) علم يعرف به أقوال النبي صلى الله عليه وسلم وأفعاله وأحواله "[32]

---

(107) مجد الدین فیروز آبادی، مجد الدین ابو الطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی، القاموس المحیط، ص:167، مؤسسۃ الرسالہ–بیروت، الطبعۃ الثامنۃ 1426ھ

(108) مجموعۃ من المؤلفین، المعجم الوسیط، ج:1، ص:160، دار الدعوۃ

(109) القاموس المحیط، ص:341

ترجمہ: حدیث ہر اس کلام یا خبر کو کہتے ہیں جس کے زریعے بات کی جائے اور غیر کو اس کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے، اصطلاحی محدثین میں ہر اس قول، فعل یا تقریر کو کہتے ہیں جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہو اور علم حدیث وہ ہے جس کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے اقوال و افعال کو جانا جائے ۔ یاد رہے فرمان مصطفیٰ ﷺ پر صحیح اطلاق عربی میں لفظ حدیث کا ہے بقیہ میں تاویل کرنا پڑھتی ہے اور اس کی جمع احادیث خلاف قیاس آتی ہے۔

اثر کا لغوی و اصطلاحی معنی:

علامہ مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے "القاموس المحیط" میں لفظ اثر کا یہ معنی بیان فرمایا ہے: " الأَثَرُ، محرَّكةً: بَقِيَّةُ الشيءِ، ج: آثارٌ وأُثُورٌ و نَقْلُ الحديثِ وروايتُه "[33] ترجمہ: اَثَر جب "ہمزہ اور ثا" کے فتحہ ساتھ ہو تو اس کا معنی ہو گا شئ کا بچا ہوا حصہ اور اس کی جمع "آثار" و "اثور" آتی ہے، حدیث کو نقل کرنا اور روایت کرنا بھی اس کا معنی آتا ہے۔ اس کے علاوہ لسان العرب میں ہے اگر اثر "ہمزہ" کے ضمہ کے ساتھ ہو تو معنی ہو گا: زخم کا وہ نشان جو زخم کے درست ہونے کے بعد رہ جاتا ہے اور اگر مذکور کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی: کسی کی پیروی اس کے پیچھے آنا ہے، اگر باب سمع سے استعمال ہو تو اس کا معنی: ترجیح دینا آئے گا۔

"التعریفات الفقہیہ" میں اس کا اس اصطلاحی معنی یہ لکھا ہے:

"الأثر عند المحدثين يطلق على الحديث الموقوف والمقطوع كمايقولون: جاء في الآثار كذا. والبعضُ يطلقون على الحديث المرفوع أيضاً كمايقال: جاء في الأدعية المأثورة كذا وفي "خلاصة الخلاصة": ويُسمّي الفقهاءُ الموقوفَ أثراً

والمرفوعَ خبراًوأطلق المحدثون الأثر عليها، وفي الجواهر وأما الأثر فمن اصطلاح الفقهاء أنهم يستعملونه في كلام السلف كذا في "كشاف المصطلحات" وفيه عن السيد أيضاً بمعنى مايترتب على الشيءوهو المسمى بالحكم عند الفقهاء"

ترجمہ: اثر محدثین کے نزدیک حدیث موقوف اور مقطوع دونوں پر بولا جاتا ہے جیسے وہ کہتے ہیں آثار میں اس طرح آیا ہے اور بعض حدیث مرفوع پر بھی اس کا اطلاق کرتے ہیں جس طرح کہا جاتا ہے کہ ماثورہ دعاؤوں میں اس طرح آیا ہے اور "خلاصۃ الخلاصہ" میں ہے کہ فقہاء موقوف پر اثر کا اور مرفوع پر خبر کا اطلاق کرتے ہیں اور محدثین ان سب پر اثر کا اطلاق کرتے ہیں "جواہر" میں ہے کہ فقہاء لفظ اثر سلف کے کلام میں بھی استعمال کرتے ہیں اور "کشاف المصطلحات" میں ابن سیدہ سے منقول ہے کہ اثر اس امر کو بھی کہتے ہیں جس پر شئ مرتب ہو جسے فقہاء کے نزدیک حکم کہا جاتا ہے۔یعنی اس میں فقہاء کی اپنی اصطلاح ہے اور محدثین کی اپنی، لیکن احناف کے نزدیک لفظ اثر کا مفہوم وسیع معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ان کی کتب احادیث کے اسماء سے ظاہر ہے یعنی کتاب الآثار امام ابویوسف کی ایسے ہی کتاب الآثار امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی،ان میں صرف موقوف و مقطوع اقوال نہیں بلکہ احادیث بھی موجود ہیں۔خبر،حدیث اور اثر میں لفظ خبر سب سے عام ہے کیونکہ یہ ہر کسی کی بات کے متعلق بولا جاتا ہے جس طرح کہتے ہیں سلاطین کی خ خبریں وغیرہ،پھر لفظ اثر ہے اس کو صحابہ و تابعین اور سلف کے اقوال و افعال پر بولا جاتا ہے اور حدیث پر بھی اس کا اطلاق کرتے ہیں، پھر حدیث ہے اس کا اطلاق صرف آپ ﷺ کے اقوال و افعال پر ہوتا ہے، ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نزھۃ النظر کے آغاز میں حدیث اور خبر کے درمیان تساوی ،تباین اور عام خاص مطلق تینوں نسبتیں بیان کی ہیں۔واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

وصول الی الرسول ﷺ کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:

یہاں سے ہم حدیث کی اقسام کا بیان شروع کرتے ہیں اگرچہ سب کا احاطہ تو نہیں ہو سکتا مگر مشہور و معروف کی وضاحت کریں گے تعریفات و امثلہ کے ساتھ اور پھر حدیث کی مختلف اعتبار سے تقسیم کی جاتی ہے مثلا صحت کے اعتبار سے الگ، طعن کے اعتبار سے الگ، وصول الینا کے اعتبار سے الگ اور وصول النبی ﷺ کے اعتبار سے الگ وغیر ذلک ہم ایک ایک تقسیم کو جداگانہ بحث میں لائیں گے، وصول الرسول ﷺ یعنی نبی کریم ﷺ تک پہنچنے کے اعتبار سے حدیث کی تین اقسام ہیں: مرفوع، موقوف اور مقطوع ،تینوں کی تعریفات و امثلہ ملاحظہ ہوں:

حدیث مرفوع:

لفظ مرفوع رفع سے ہے جس کا معنی بلندی کے ہیں چونکہ اس کی سند سب سے بلند اور اوپر تک پہنچتی ہوتی ہے اس لئے اس کو مرفوع کہتے ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند حضور ﷺ تک متصل ہو درمیان میں انقطاع نہ ہو جس طرح امام بخاری کتاب الوضوء کی پہلی حدیث نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ: هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: « لا تقبل صلاۃ من أحدث حتی یتوضأ» ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: بے وضوء شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی حتیٰ کہ وہ طہارت حاصل کرلے۔ اب دیکھئے اس حدیث پاک کی سند امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیوخ کے زریعے حضور ﷺ سے روایت کی ہے اور اس میں

آپ ﷺ کا قول مذکور ہے فعل کی صورت یوں بنے گی کہ صحابی کہے: "رأیت رسول ﷺ فعل کذا"
اور حدیث تقریری کی صورت یوں بنے گی کہ صحابی کہے: "فعلتُ او فعل بحضرتہ کذا ولم یمنع"

حدیث موقوف:

موقوف "وقف" سے ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کا رکنا ٹھہرنا چونکہ یہ حدیث اوپر حضور ﷺ تک نہیں پہنچتی بلکہ راستے میں ہی صحابی تک رک جاتی ہے اس لئے اسے موقوف کہتے ہیں محدثین کی اصطلاح میں ہر وہ حدیث جس میں صحابی کے اقوال و افعال بیان ہوں جس طرح امام بخاری مناقب جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں حضرت ابن عمر کا قول پیش کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: حَدَّثَنَا سليمان، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ:

«كُنَّا نخير بين الناس فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فنخير أبا بكر، ثم عمر بن الخطاب، ثم عثمان بن عفان رضي الله عنهم» ترجمہ: ہم حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں صحابہ کے مراتب بیان کرتے تھے سب سے زیادہ فضیلت ہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عثمان کو۔

حدیث مقطوع:

لفظ مقطوع "قطع" سے ہے جس کا معنی کسی چیز کو کاٹنا جدا کر دینا چونکہ اس حدیث کی سند بلکل ہی حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ سے الگ ہوتی ہے اور کسی تابع تک ہی رک جاتی ہے اس لئے اسے مقطوع کہتے ہیں اصطلاحاً ہر اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں تابعین کے اقوال و افعال کو بیان کیا گیا ہو جس طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

وحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّہِ بْنِ قُهْزَاذَ. مِنْ أَهْلِ مَرْوَ. قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَانَ بْنَ عُثْمَانَ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّہِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ: « الإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ. وَلَوْلَا الإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ » ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں: اسناد دین میں سے ہے اور اگر یہ نا ہوتی تو جس کے دل میں جو آتا اسے حدیث بنا کر پیش کر دیتا۔

یہ ہے ان تینوں اقسام کی مختصر سی وضاحت جو ہم نے آپ کے سامنے بیان کی اور ان میں مراتب اور ان کی قوت حجیت بالترتیب ہے جو یہاں مذکور ہے ان کے علاوہ محدثین نے کچھ اور اقسام بھی بیان کیں ہیں جو مرفوع میں داخل ہیں اور اُن کو مرفوع حکمی کا نام دیا ہے مثلاً صحابی ایسی بات کہے جو اسرائیلیات سے بھی نہ ہو اور نا ہی اس میں قیاس، لغت کو کرنا، غریب کی شرح کرنے کا دخل ہو بلکہ اس میں زمانہ ماضی کی اخبار ہوں جیسے فتن اور جنگوں کا بیان، قیامت کے احوال یا سابقہ انبیاء کے بارے ہوں تو صحابی کے اس قول کو مرفوع حکمی کا نام دیا جائے گا کیونکہ صحابی اپنی طرف سے تو ایسی بات کر نہیں سکتے پھر ظاہر ہے انہوں نے اس کو آپ ﷺ سے ہی سنا ہو گا، یاد رہے اس قسم میں صحابی کا قول، فعل اور تقریر تینوں شامل ہونگی قول کی صورت تو بیان ہو چکی فعل کی صورت اس طرح بنے گی کہ صحابی ایسا کام کرے جو مذکورہ صفات کے متصف ہو اور تقریر کی صورت بنے گی کہ صحابی کہے وہ حضور ﷺ کے زمانہ میں اس اس طرح کرتے تھے، ایسی ہی مرفوع حکمی میں وہ قسم بھی داخل ہو گی جس میں تابعی صحابی کے بارے کہے: "یرفع الحدیث، او یرویہ، او ینمیہ، او روایۃ، او یبلغ بہ، او رواہ"، ایسی ہی کوئی کہے: "من السنۃ کذا" اسے بھی مرفوع حکمی میں داخل کیا جاتا ہے لیکن اس قسم کے مرفوع ہونے میں علماء کے مابین اختلاف ہے، قارئین یہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ ہے نزھۃ النظر میں جو بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

وصول الینا کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:

ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے حدیث کی چار اقسام ہیں: "متواتر، مشہور، عزیز، غریب" تعریفات وامثلہ ملاحظہ ہوں:

حدیث متواتر:

متواتر "تواتر" سے ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کا پے درپے نازل ہونا، اترنا جیسے کہا جاتا ہے "تواترَ المطرُ" بارش لگاتار ہوئی اور اصطلاحی تعریف تیسیر مصطلح الحدیث میں اس طرح ہے:

"ماروہ عدد کثیر، تُحیل العادۃ تواطُؤھم علی الکذب"[34] ترجمہ: جس کو ایسے کثیر افراد بیان کریں جن کا عادۃ جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔ جس طرح امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں نقل کرتے ہیں:

وحَدَّثَنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ. حَدَّثَنا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ؛ قَالَ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کی اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔ حدیث متواتر کے لئے درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

1-اس کو کثیر افراد روایت کریں، ان کی تعداد میں اختلاف ہے محمود طحان نے دس والے قول کو ترجیح دی ہے۔

2-یہ کثرت سند کے تمام طبقوں میں پائی جائے۔

3-ان کثیر راویوں کا جھوٹ پر اتفاق محال ہو۔

---

(110) محمود الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ص:23، مکتبۃ المعارف، الطبعۃ العاشرۃ 1425ھ

4- ان کی خبر کی انتہاء امر حسی پر ہو یعنی "سمعنا، راینا" وغیرہ الفاظ کے ساتھ ہو۔ حدیث کی یہ قسم حکم قطعی کو ثابت کرتی ہے جس کا منکر کافر ہے۔

حدیث مشہور:

مشہور کا مفہوم تو واضح ہی ہے یعنی وہ حدیث علماء کے درمیان معروف ہو اور اسے سب جانتے ہوں، اصطلاحاً اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے ہر طبقے میں کم از کم تین راوی ہوں، جس طرح امام بخاری اپنی صحیح کی کتاب العلم میں نقل کرتے ہیں:

حدثنا إسماعيل بن أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: « إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لم يبق عالما، اتخذ الناس رؤوسا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا، فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا» ترجمہ: اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ علم علماء کے سینوں سے نہیں نکالے گا بلکہ علماء کو اٹھالے گا حتیٰ کہ جب زمین پر کوئی عالم باقی نہی رہے گا تو لوگ جہلاء کو اپنا سردار بنالیں گے اور ان سے سوال کریں گے وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے سو وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ ان دونوں اقسام کی آگے مزید قسمیں بھی ہیں جیسے متواتر لفظی اور متواتر معنوی، ایسی مشہور ہی ایک وہ ہے جو عوام میں مشہور ہے اور بعض فقہاء میں مشہور ہوتی ہیں اور بعض محدثین کے نزدیک، یہاں مؤخر الذکر مراد ہے۔

حدیث عزیز:

لفظ عزیز صفت مشبہ ہے " عزیعز " باب ضرب یا فتح سے اگر ضرب سے ہو تو معنیٰ ہو گا وہ حدیث جس کا وجود قلیل ہو اگر فتح سے ہو تو معنی ہو گا قوی اور مضبوط چونکہ یہ بھی دوسرے طریق سے آنے کی وجہ سے مضبوط ہو جاتی ہے اس لئے اسے عزیز کہتے ہیں یا پھر اس کا استعمال قلیل ہے اس لئے اس کو عزیز کہتے ہیں، اصطلاحاً اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے ہر طبقے میں کم از کم دو راوی ہوں جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی بخاری کی کتاب الایمان میں حدیث نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنس، عن النبي صلى الله عليه وسلم (ح). وحَدَّثَنا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ والناس أجمعين» ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان، اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حدیث غریب:

عربی زبان میں غریب اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اقارب سے دور ہو اور اصطلاحاً اس حدیث کو کہتے ہیں جس کا کسی ایک طبقے میں ایک راوی ہو، جیسے امام بخاری اپنی صحیح میں پہلی حدیث نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنا الْحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ: حَدَّثَنا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ: أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ:

« إِنَّمَاالْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَالِكُلِّ امْرِئٍ مَانَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْإِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَاهَاجَرَ إِلَيْهِ » ترجمہ: اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس کا ارادہ دنیا حاصل کرنے کا ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کا تو اس کی حجرت اسی کی طرف ہے۔ اس حدیث کو صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے لیکن بعد میں یہ حدیث بہت زیادہ مشہور گئی، ان چار اقسام میں سے پہلی کے علاوہ بقیہ کو احاد کہا جاتا ہے۔

صحت کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:

صحت کے اعتبار سے حدیث کی چار اقسام ہیں: "صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ "تعریفات و امثلہ ملاحظہ ہوں:

صحیح لذاتہ:

امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ ابن صلاح میں حدیث صحیح کی یوں تعریف بیان فرمائی ہے: " أمَّا الحديثُ الصحيحُ: فهو الحديثُ المسنَدُ الذي يتَّصِلُ إسنادُهُ بنقلِ العَدْلِ الضابطِ عنِ العَدْلِ الضابطِ إلى منتهاهُ، ولا يكونُ شاذّاً، ولا مُعلَّلًا "[35] ترجمہ: حدیث صحیح وہ ہے جس کی سند متصل ہو راوی عادل، تام الضبط ہوں آخر تک اور شاذ و معلل نہ ہو۔ یعنی حدیث کی سند میں انقطاع نہ ہو شروع سے لیکر آخر تک سارے راوی عادل ہوں اور شاذ و معلل نہ ہو، شاذ وہ حدیث ہے جس میں ثقہ اوثق کی مخالفت کرے اور معلل وہ ہے جس میں مخفی قادحہ علت ہو، جس طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ترمذی میں پہلی حدیث نقل کی ہے:

---

(111) امام ابن صلاح، تقی الدین ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن، مقدمہ ابن صلاح، ص:79، دار الکتب العلمیہ، الطبعۃ الاولیٰ 1423ھ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ. (ح) وَحَدَّثَنَا هَنَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: «لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ، » وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ قَالَ هَنَّادٌ فِي حَدِيثِهِ: إِلَّا بِطُهُورٍ. هَذَا الْحَدِيثُ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هَذَا الْبَابِ وَأَحْسَنَ ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی اور ناہی دھوکے کا کیا ہوا صدقہ قبول ہوتا ہے۔اس سند کے تمام راوی تعریف میں مذکور صفات کے ساتھ متصف ہیں اسی لئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث اس باب میں اصح ہے۔ پھر اصح الاسانید میں اختلاف ہے علماء نے درج ذیل اسانید کو بھی ان میں شمار کیا ہے:

کالزُّهْرِي عن سالم بن عبد الله بن عمر عن أبيه رضی اللہ عنہ

و کمحمد بن سيرين عن عَبِيدَةَ بن عمرو عن علي رضی اللہ عنہ

وکإبراهيمَ النَّخَعِيّ عن علقمةَ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

ودونَهَا في الرُّتبةِ

کروايةِ بُرَيْدِ بنِ عبدِ الله بن أَبِي بُرْدَةَ عن جَدِّهِ عن أبيه أَبِي موسى رضی اللہ عنہ

و کحمّاد بن سَلَمَةَ عن ثابتٍ عن أنس رضی اللہ عنہ

ودونَهَا في الرُّتبةِ

کسُهَيل بن أَبِي صالحٍ عن أبيه عن أَبِي هريرة رضی اللہ عنہ

وکالعلاء بن عبدِ الرحمن عن أبیہ عن أبي ھریرۃ[36]

پھر آگے صحت کے اعتبار سے علماء نے اس کے مختلف مراتب بیان کئے ہیں یعنی نفس صحت میں سب برابر ہیں لیکن درجات مختلف ہیں جب ان کا آپس میں تعارض آئے گا تو زیادہ صحت والی کم پر ترجیح پائے گی ،مراتب یہ ہیں:

1-جو بخاری ومسلم دونوں میں ہو۔

2-جو صرف بخاری شریف میں ہو۔

3-جو صرف مسلم شریف میں ہو۔

4-جو بخاری ومسلم کی شرطوں پر ہو۔

5-جو صرف بخاری شریف کی شرطوں پر ہو۔

6-جو صرف مسلم شریف کی شرطوں پر ہو۔

صحیح لغیرہ:

ہر وہ حدیث جس میں صحیح لذاتہ کی ذکر کردہ تمام صفات پائی جائیں لیکن ضبط یعنی حافظہ میں تھوڑی سی کمی ہو اور اس کمی کو کسی دوسرے طریق سے آنے کے زریعے (جو اس کی مثل یا اس سے اقویٰ ہو) پورا کیا گیا ہو جیسے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سنن نسائی کی کتاب الطہارت میں نقل فرماتے ہیں:

---

(112) نزھۃ النظر ص:61،مطبعۃ الصباح–دمشق

أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: «لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي، لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ» (37) ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میری امت پر مشکل نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ اب دیکھئے اس سند میں تمام راوی ثقہ ہیں لیکن یہی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے محمد بن عمرو، عن ابی سلمہ، عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے بھی روایت ہے اس سند میں محمد بن عمرو اہل عدالت میں سے تو ہیں لیکن ضبط کے اعتبار سے کمزور ہیں جس کی وجہ انہیں بعض نے ثقہ کہا اور بعض نے ضعیف قرار دیا لیکن یہ والی کمی پوری ہو گئی کیونکہ یہ حدیث اوپر ہمارے بیان کردہ طریق سے بھی مروی ہے۔

حسن لذاتہ:

حسن لذاتہ کی تعریف میں اختلاف ہے مختلف علماء نے اس کی الگ الگ تعریفیں کیں ہیں چناچہ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ معالم السنن جو ابوداؤد شریف کی شرح ہے اس میں راقمطراز ہیں:

" والحسن منه ما عرف مخرجه واشتهر رجاله وعليه مدار أكثر الحديث وهو الذي يقبله أكثر العلماء ويستعمله عامة الفقهاء "(38)

ترجمہ: اور حسن ان میں سے وہ ہے جس کا مخرج معروف ہو اور اس کے رجال بھی مشہور ہوں اور اسی پر اکثر اہل حدیث کا مدار ہو اور وہ وہی ہے جسے اکثر علماء قبول کریں اور عام فقہاء استعمال کریں۔

---

(113) امام نسائی، الحافظ أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي بن بحر بن سنان بن دينار النسائي، سنن نسائی، ج:1، ص:12، المکتبۃ التجاریہ الکبریٰ–القاہرہ، الطبعۃ الاولیٰ 1348ھ

(114) امام خطابی، ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب، معالم السنن، ج:1، ص:6، المطبعۃ العلمیہ–حلب، الطبعۃ الاولیٰ 1351ھ

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن میں کچھ طرح بیان کرتے ہیں: "كُلُّ حَدِيثٍ يُرْوَى لَايَكُونُ فِي إِسْنَادِهِ مَنْ يُتَّهَمُ بِالْكَذِبِ، وَلَايَكُونُ الْحَدِيثُ شَاذًّا، وَيُرْوَى مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوُ ذَلِكَ- فَهُوَ عِنْدَنَا حَدِيثٌ حَسَنٌ" [39]

ترجمہ: ہر وہ حدیث جسے روایت کیا گیا ہو اس کی سند میں متھم بالکذب راوی نہ ہو اور نا ہی حدیث شاذ ہو اور اسی طریق کی مثل ایک اور زریعے سے بھی مروی ہو تو وہ ہمارے ہاں حسن ہے۔ اس باب میں اور بھی علماء کی تعریفیں موجود ہیں لیکن وہ سب یا تو جامع نہیں یا ان پہ نقض وارد ہوتے ہیں بعض محققین ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کو صحیح قرار دیا اور کہا یہی اقرب الی الصواب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تعریف بعینہ صحیح کی تعریف ہے سوائے اس کے کہ اس میں ضبط کی کمی ہے جسے کسی دوسرے طریق سے پورا نہیں کیا گیا کیونکہ اگر ایسا ہو تو حدیث صحیح لغیرہ ہو گی جسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مسند میں نقل فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا بَهْزٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي وَهُوَ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ: « إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ... » (امام احمد، شیخ الاسلام ابو عبد اللہ الإمام أحمد بن محمد بن حنبلٍ الشَّيْبَانِي، مسند امام احمد، ج:32، ص:309، مؤسسۃ الرسالہ، الطبعۃ الاولیٰ 1421ھ) ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں۔ اس حدیث پاک کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے اور جعفر بن سلیمان میں ضبط کی کمی کے سبب اسے حسن قرار دیا۔

حسن لغیرہ:

---

(115) سنن الترمذی، ج:6، ص:251

جب حدیث ضعیف کے طرق کثیر آجائیں تو وہ حسن لغیرہ کے درجہ میں چلی جاتی ہے لیکن اس کے ضعف کا سبب راوی کا فسق اور کذب نہ ہو جیسے امام ترمذی کتاب الطہارت میں نقل فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: «نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ، » فَرَأَيْتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ بِعَامٍ يَسْتَقْبِلُهَا وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، وَعَائِشَةَ، وَعَمَّارٍ حَدِيثُ جَابِرٍ فِي هَذَا الْبَابِ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا: کہ ہم قبلہ رخ ہو کر پیشاب کریں، پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کی وفات سے ایک سال قبل اس کی طرف چہرہ کرتے ہوئے۔ اب دیکھئے اس حدیث کی سند میں وھب کے والد جریر کو علماء جرح و تعدیل نے ضعیف کہا اسی لئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن غریب کہا لیکن یہ حدیث اس سند کے علاوہ درج ذیل طریق سے بھی مروی ہے: "حدثنا قتیبۃ، عن ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ" اس سند میں بھی ابن لھیعۃ ضعیف راوی ہے یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تضعیف کی ہے، چونکہ یہ حدیث زیادہ طرق سے مروی ہے اس لئے امام ترمذی نے اسے حسن غریب کہا۔ قارئین یہ ہے ان اقسام اربعہ کی مختصر سی وضاحت جو ہم نے پیش کی ان میں مراتب قوت بالترتیب ہیں یعنی صحیح لذاتہ کے مقابلہ میں بقیہ تین میں سے کوئی آجائے تو صحیح لذاتہ اس پر ترجیح پائے گی وقس علی ھذا البواقی، پھر صحیح اور حسن کے راویوں کی زیادتی مقبول ہے اگر وہ اوثق راوی کی حدیث کے مخالف نہ ہو اور اگر ثقہ اوثق کی مخالفت کرے تو اوثق کی روایت کو محفوظ اور ثقہ کی روایت کو شاذ کہیں گے جیسے "العلل لابن ابی حاتم" میں ہے:

"وسألت أَبِي عَنْ حديثٍ رَوَاهُ حمَّاد بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَوْسَجَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَجُلاتُوُفِّيَ علی عھدِ رسول اللہ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا، إِلا مَوْلًى هو أعتقهُ۔۔۔ الحديث"(40) امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے سوال کیا اس حدیث کے بارے میں جسے روایت کیا حماد نے عمرو بن دینار سے انہوں نے عوسجہ سے کہ:" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میں ایک آدمی فوت ہوا جس نے اپنا وارث نہیں چھوڑا تھا سوائے اپنے آزاد کردہ غلام کے۔۔۔" میں نے کہا سفیان بن عیینہ اور محمد بن مسلم الطائفی تو درمیان میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا واسطہ بھی ذکر کرتے ہیں تو میرے والد صاحب نے فرمایا: ابن عیینہ کی حدیث محفوظ ہے اور حماد بن زید کی روایت کو شاذ قرار دیا، اب دیکھئے اس سند میں حماد بن زید بھی عوسجہ سے روایت کر رہے ہیں اور سفیان بن عیینہ بھی لیکن حماد نے عوسجہ کے بعد ابن عباس کا ذکر نہیں کیا اور ابن عیینہ نے فرمایا ہے اس لئے امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی حدیث کی محفوظ کہا اور حماد بن زید کی روایت کو شاذ کہا حالانکہ حماد رحمۃ اللہ علیہ بھی ثقہ ہیں مگر چونکہ ابن عیینہ اوثق ہیں اس لئے ان کی روایت کو صحیح قرار دے دیا گیا۔

حدیث مقبول:

جیسا کہ پیچھے ہم بیان کر آئیں ہیں کہ وصول الینا کے لحاظ سے خبر کی چار اقسام ہیں:"متواتر، مشہور، عزیز، غریب" ان میں اول کے سوا باقی کو احاد کہا جاتا ہے احاد واحد کی جمع ہے خبر واحد کی دو قسمیں ہیں مقبول اور مردود، خبر مقبول کی تعریف "الیواقیت والدرر شرح شرح نخبۃ الفکر" میں اس طرح نقل کی گئی ہے:

---

(116) ابن ابو حاتم، ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادریس الحنظلی الرازی، العلل لابن ابی حاتم، ج:4، ص:563، مطابع الحمیضی، الطبعۃ الاولیٰ 1427ھ

"المقبول وَھُوَمَایجب الْعَمَل بِہٖ عِنْدا لْجُمْھُور"(41) ترجمہ: خبر مقبول وہ ہے جس پر جمہور کے نزدیک عمل کرنا واجب ہو۔ خبر مقبول کی آگے دو قسمیں ہیں: معمول بہ اور غیر معمول بہ، وجہ حصر یہ ہے کہ خبر مقبول کو دیکھیں گے اگر تو معارضہ سے محفوظ ہے تو محکم اور معمول بہ ہو گی اور اگر اس کا معارضہ آرہا ہے اپنی مثل کے ساتھ تو دونوں میں تطبیق دیں گے اور اگر تطبیق ممکن نہیں تو دونوں میں سے منسوخ کو تلاش کریں گے اگر نسخ کا علم نہ ہوا تو دونوں میں سے کسی ایک کو قرائن کے سبب ترجیح دیں گے اگر ترجیح بھی نہ ہو سکی تو توقف اختیار کریں گے، قارئین اب ہم اختصار کے ساتھ ان صورتوں پر بحث کرتے ہیں پہلی صورت جس میں خبر مقبول معارضہ سے خالی ہو اس میں تو کلام واضح ہے اور اس کی کثیر امثلہ کتب حدیث میں موجود ہیں، دوسری صورت جس میں خبر مقبول کا اپنی مثل کے ساتھ معارضہ آئے اس میں تطبیق دی جاتی ہے اور اس قسم کو" مختلف الحدیث" کہتے ہیں یہ علم حدیث کا ایک مستقل علم ہے جس میں علماء نے باقاعدہ کتب لکھیں جیسے: امام شافعی "اختلاف الحَدِیثِ"، امام طحاوی "مشکل الآثار"، ابن قتیبہ "تأویل مختلف الحدیث "، علامہ علائی "التنبیھات المجملۃ علی المواضع المشکلۃ "، محمد بن جریر طبری "تھذیب الآثار"، علی بن محمد مھدی "تاَویل الاَحادیث المشکلۃ" وغیرہ، اس کی مثال امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دی ہے:

"وَمِثَالُہُ حدیثُ: « لا عَدْوَی ولا طِیَرَۃَ» مَعَ حدیثِ: « لایُورِدُ مُمْرِضٌ عَلَی مُصِحٍّ» وحدیث: « فِرَّ مِنَ المجذومِ فِرَارَکَ مِنَ الاَسَدِ »، وَجْہُ الجمْعِ بینَھُما اَنَّ ھذہِ الاَمراضَ لاتُعْدِي بِطَبْعِھاولکِنَّ اللہَ تبارک وتعالی جَعَلَ مُخَالَطَۃَ المریضِ بھا للصَّحیحِ سَبَباًلِإعدائِہِ مَرَضَہُ ثُمَّ قَدْ یَتَخَلَّفُ ذٰلِکَ عَنْ سَبَبِہِ کمافي سائرِالاَسْبابِ"(42)

(117) الیواقیت والدرر شرح شرح نخبۃ الفکر، لعلامہ عبد الرؤوف المناوی، ج:1، ص:294، مکتبۃ الرشد–الریاض الطبعۃ الاولیٰ 1999

(118) مقدمہ ابن صلاح، ص:390، دار الکتب العلمیہ–بیروت

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ پہلی حدیث میں فرمایا گیاہے: بیماری متعدی نہیں ہوتی اور نا ہی اسلام میں بد فالی جائز ہے جبکہ دوسری حدیث میں ہے: بیمار صحت مند کے پاس نہ آئے تیسری حدیث میں ہے: جزامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ دیکھئے اس عبارت میں دوسری دو حدیثوں کا مضمون پہلی کے خلاف ہے کیونکہ پہلی حدیث پاک سے صاف نظر آرہاہے بیماری ایک شخص سے دوسرے کو نہیں لگتی جبکہ دوسری دو سے پتہ چلتاہے بیماری متعدی ہو جاتی ہے امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے تینوں تطبیق یوں دی ہے کہ: بیماری خود متعدی نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات اللہ جل جلالہ مریض کے ساتھ ملنے کو بیماری لگنے کا سبب بنا دیتاہے اور کبھی اللہ تعالیٰ سبب نہیں بناتا، یعنی کسی بیماری میں بذات خود یہ اہلیت نہیں کہ وہ ایک شخص سے دوسرے میں منتقل ہو جائے بلکہ اللہ کی مشیت پر مبنی ہے کہ وہ اس کو سبب بنا دے یا نہ بنائے اور وہ تو بغیر کسی سبب کے بھی بندے کو کوئی بیمار لگا سکتا ہے اسی لئے اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سائل کو بھی یہی جواب عطاء فرمایا جس نے کہا یارسول اللہ جب ہم خارشی اونٹوں کے ساتھ صحیح اونٹ باندھتے ہیں تو انہیں بھی خارش لگ جاتی ہے " فمن اعدی الاول ؟" کہ پہلے کو خارش کس نے لگائی ؟ لھذا تینوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ تیسری صورت یہ تھی کہ ان دونوں میں سے دیکھیں گے ناسخ کون ہے اور منسوخ کون سی ہے اس کا علم تاریخ سے ہو گا کہ پہلے کونسہ فرمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان دونوں میں اول منسوخ کہلائے گا اور ثانی ناسخ کیونکہ قاعدہ یہی ہے جب دو اقوال کا تعارض آجائے تو دوسرے کو اختیار کیا جاتا ہے، یا کوئی اس فن کا ماہر عالم بتا دے۔ امام خازن رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر خازن میں نسخ کی تعریف یہ فرمائی ہے:

"هو في اصطلاح العلماء، عبارة عن رفع الحكم الشرعي بدليل شرعي متأخر عنه"[43]

ترجمہ: نسخ علماء کی اصطلاح میں ایک حکم شرعی کو اس سے متوخر حکم شرعی کے ساتھ اٹھانے کا نام ہے۔ ناسخ و منسوخ بھی اس علم کی ایک مستقل نوع ہے جس پر علماء حقہ نے باقاعدہ کتابیں لکھیں جیسے ابن شاہین وغیرہ، چوتھی صورت ہے ترجیح کی یعنی قرائن وغیرہ تلاش کر کے دونوں میں کسی ایک کو ترجیح دی جاتی ہے اور یہ فعل بڑے حذاق اور ماہر علماء کے ہے، پانچویں اور آخری صورت یہ ہے کہ اگر مذکورہ بالا تمام صورتوں میں کسی کی طرف بھی وصول ممکن نہ ہو تو پھر توقف اختیار کریں گے اور انتظار کیا جائے گا کسی مرجح و مؤول کا تا کہ کسی صورت کی طرف ذہاب ممکن ہو جائے۔

مختلف اقسام حدیث کا تعارف:

گزشتہ بحث میں ہم نے خبر مقبول کے بارے پڑھا اس کی قسیم خبر مردود ہے کسی بھی روایت کے مردود ہونے کے دو سبب ہیں: سند میں سقوط یا راوی میں طعن، سند میں سقوط کئی جگہ ہو سکتا ہے مثلاً شروع میں یا آخر میں یا وسط میں پھر ایک راوی کا سقوط ہے یا زیادہ کا اس اعتبار سے خبر کی چار اقسام ہیں: **معلق**، **مرسل**، **معضل**، **منقطع**؛ تعریفات ملاحظہ ہوں:

معلق:

---

(119) امام خازن، علاء الدین ابو الحسن علی بن محمد بن ابراھیم الخازن، لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن، ج:1 ص:68، دار الکتب العلمیہ –بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1415ھ

وہ حدیث جس میں مصنف کی جانب سے آخری راوی یا پوری سند ہی حذف ہو معلق کہلاتی ہے جیسے امام بخاری کہیں: قال رسول اللہ ﷺ۔

مرسل:

جس حدیث میں تابعی کے بعد کوئی راوی حذف ہو مرسل کہلائے گی جیسے تابعی کہے: قال رسول اللہ ﷺ۔

معضل:

ہر وہ حدیث جس میں لگاتار دو راوی ساقط ہوں معضل کہلاتی ہے چاہے وہ شروع سے ہوں یا آخر سے جیسے تبع تابعی کہے: قال رسول اللہ ﷺ۔

منقطع:

وہ حدیث جس میں جدا جدا مقام پر دو راوی ساقط ہوں منقطع کہلائی گی۔

روایت کے مردود ہونے کی دوسری وجہ راوی میں طعن ہے اسباب طعن دس ہیں: 1-کذب، 2-تہمت کذب، 3-فسق، 4-جہالت، 5-بدعت، 6-سوئے حفظ، 7-وھم، 8-مخالفت ثقات، 9-فحش غلط، 10-کثرت غلط؛ ان اسباب کی بنیاد پر حدیث میں مختلف احکام لگتے ہیں: مثلاً موضوع، منکر، مردود، مدرج الاسناد، مدرج المتن، مقلوب، مضطرب، المزید فی متصل الاسانید، مصحف، محرف الی غیرہ۔

صیغ ادا:

یعنی وہ الفاظ جن کے زریعے حدیث پاک کو بیان کیا جاتا ہے جیسے:

"سمعتُ، حَدَّثَني أَخبرَني، وقرأتُ عليه، قُرِئَ عليه وأنا أَسْمَعُ، أَنبأني، ناوَلَني، شافَهني أي بالإجازةِ، كَتَبَ إليَّ أي بالإجازةِ، عَنْ" یہ ہیں آگے حدیث بیان کرنے کے الفاظ جبکہ حدیث لینے کے طریق درج ذیل ہیں:

السماع، العَرض، الإجازة، المناولة، المكاتبة، الإعلام، الوصية، الوجادة

کتب حدیث کی اقسام:

دور نبوی ﷺ سے لے کر آج تک اس علم مبارک میں کتب لکھی جارہی ہیں ہر دور میں علماء نے مختلف انداز میں حدیث پے کام کیا جو پچھلے سے سہل، جامع اور تفصیلی طریق پر تھا شروع شروع میں احادیث صرف صحف میں ہی جمع کی جاتی تھیں پھر آہستہ آہستہ انہیں کتابی شکل دی جانے لگی لیکن ان میں صرف ذخیرہ حدیث کو جمع کیا جاتا کوئی خاص ترتیب نہ ہوتی جب ساری احادیث جمع ہوگئیں پھر علماء نے انہیں خاص ترتیب سے لکھنا شروع کیا باقاعدہ ابواب وفصول بندی کی ابتدائی کتب زیادہ تر مسند کے نام سے مشہور ہیں امام بخاری کے زمانہ میں صحیح کارواج شروع ہوا بعد میں سنن کے نام سے بھی لکھی جانے لگیں الغرض وہ کام جس کو ہمارے اسلاف نے انتہائی محنت کے ساتھ شروع کیا اور ذخیرہ احادیث کو جمع کیا اسے علماء نے اپنے اپنے ادوار میں آسان مفصل کرنے کی کوشش کی اس لحاظ سے کتب حدیث کی کئی انواع بن گئیں جن میں سے کچھ کا تذکرہ درج ذیل ہے:

جامع:

کتب حدیث کی انواع میں سے یہ پہلی نوع ہے اور جامع ہر اس کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں آٹھ عنوانات کی احادیث موجود ہوں: 1-عقائد، 2-فتن، 3-احکام، 4-تفسیر، 5-مناقب، 6-سیر، 7-اشراط، 8-آداب

؛جیسے : جامع معمر بن راشد ،جامع سفیان ثوری وغیرہ،اس کتاب کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں مذکورہ عنوانات کی احادیث الگ الگ کثیر تعداد میں مل جاتیں ہیں۔

سنن:

وہ کتب جن میں احادیث کو فقہی ابواب پر مرتب کیا گیا ہو؛ جیسے: سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ،اس کتاب کے زریعے فقہی مسئلہ کے متعلق حدیث آسانی سے تلاش کی جاسکتی ہے۔

مسند:

مسند اس کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں صحابہ کرام کی الگ الگ مرویات جمع کی گئیں ہوں بعض میں صحابہ کرام کے اسماء کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہوتی ہے اور بعض میں فضیلت کے اعتبار سے؛ جیسے مسند امام احمد، مسند بزار، مسند ابو یعلیٰ، مسند ابو داؤد طیالسی وغیرہ،اس کتاب میں کسی بھی صحابی کی مرویات اور ان کی تعداد معلوم کی جاسکتی ہے۔

معجم:

جسے حروف تہجی یا اساتذہ وشیوخ کے اسماء کی ترتیب کے لحاظ سے جمع کیا گیا ہو معجم کہلاتی ہے؛ جیسے: طبرانی کی معاجم ثلاثہ وغیرہ،اس کتاب کے زریعے کسی بھی راوی یا حدیث کو تلاش کرنا آسان ہوتا ہے۔

مستدرک:

اس میں ایسی روایات کو جمع کیا جاتا ہے جو کسی مصنف کی شرائط کے موافق ہوں لیکن اس نے ذکر نہ کی ہوں ؛جیسے :مستدرک علی الصحیحین

مستخرج:

جس میں کسی کتاب کے مصنف کی روایات کو اپنی سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہو؛ جیسے: مستخرج ابی عوانہ وغیرہ

جزء/رسالہ:

وہ کتابچہ ہے جس میں کسی ایک عنوان کی تمام احادیث جمع کی گئیں ہوں؛ جیسے: جزء القراءۃ،جزءرفع الیدین

تجرید:

وہ کتاب ہے جس میں احادیث سند اور تکرار کے بغیر ہوں؛ جیسے: تجرید البخاری، تجرید المسلم وغیرہ

تخریج:

جس میں کسی دوسرے فن پر مشتمل کتاب میں پائی جانے والی معلق اور بے حوالہ احادیث کی سند کو ذکر کیا گیا ہو؛ جیسے: نصب الرایہ فی تخریج الھدایہ، کشف المحجوب کی تخریج وغیرہ

اربعین:

جس میں چالیس احادیث جمع کی گئیں ہوں؛ جیسے: اربعین نووی، اربعین عطار وغیرہ

الموضوعات:

وہ کتاب جس میں صرف موضوع احادیث کو جمع کیا گیاہو؛ جیسے: الضعفاء، الموضوعات الکبریٰ وغیرہ

مشکل الاحادیث:

اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں متعارض حدیثوں کو تطبیق اور مشکل کا معنی بیان کیا گیاہو؛ جیسے: مشکل الآثار، مشکل الاحادیث

اسباب الحدیث:

اس کتاب میں قولی احادیث کا سبب ورود بیان کیا جاتا ہے؛ جیسے: اللمع فی اسباب ورود الاحادیث، البیان و التعریف فی اسباب ورود الاحادیث

قارئین یہ ہیں کتب احادیث کی چند اقسام جن کو ہم نے آپ کے سامنے بیان کیا اس کے علاوہ بھی ہیں لیکن ہمارا مقصد استیعاب نہیں صرف قاری کو اس علم کے متعلق اگاہ کرنا ہے جتنے بھی طرق و انداز میں ہمارے سلف نے کتابیں لکھیں ان کا مین اور بنیادی مقصد یہی ہے کہ مطلوبہ حدیث تک پہنچنا اور اسے تلاش کرنا آسان ہو جائے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل وھوا لملھم للصواب

مفتی احمد نواز قادری عطاری